دل کی بات

اکیسویں صدی کا تقاضا

بیسویں عیسوی صدی تاریخِ عالم کے ان گنت محیر العقول واقعات کو اپنے جلو میں لئے اختتام کو پہنچی۔ اب ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں۔ نئی صدی کا استقبال ہم نے کس طرح کیا اور اب اس کے کیا تقاضے ہیں؟ اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں پھر اپنی عظمت رفتہ کی طرف لوٹنا ہوگا۔ بیسویں صدی میں ہمارے علماء، مجاہدین، مشائخ اور اسلاف نے اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنے کیلئے ایک خواب دیکھا۔ پھر اس کی تعبیر ڈھونڈنے کے لئے دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیل گئے، انہوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں اور تمام تر توانائیاں اس مقصد عالی کے لئے وقف کر دیں۔ وہ پھانسی کے پھندوں پر جھول گئے، گولیوں کی بوچھاڑ میں ڈٹ گئے، زنداں خانے اور عدالت کے کٹھرے اُن کے قہقہوں سے گونج اُٹھے۔ انہوں نے استقامت، عزیمت اور جرأت و بہادری کے ایسے لازوال نقوش تاریخ عالم پر ثبت کئے کہ گزشتہ صدی کے ماتھے کا جھومر بن گئے۔ جزائر انڈیمان سے لے کر برصغیر کے چپہ چپہ پر انہوں نے اپنی شجاعت کی داستانیں رقم کیں۔ انہوں نے مزاحمت کا راستہ اختیار کیا اور اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کے راستے میں سنگ مزاحم بن گئے۔ شاہ ولی اللہ، سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کے فکری و روحانی فرزندوں، محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، محمود حسن، انور شاہ کشمیری، حسین احمد مدنی، عبید اللہ سندھی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنا علمی، تحریکی اور جہادی سفر جاری رکھا اور وقت کے طاغوت انگریز کے اقتدار کا سورج غروب کر دیا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہو گئے۔

قیام پاکستان بیسویں صدی کا نہایت اہم واقعہ ہے۔ اسے معرض وجود میں آئے ۵۲ سال ہو گئے ہیں۔ لیکن ہم آج تک اس کے قیام کے مقاصد (جو پیش کیے گئے تھے) کی تکمیل نہ کرسکے۔ اس کے اصل ذمہ دار پاکستان کے حکمران اور سیاست دان ہیں۔ آج ہم اللہ سے عہد شکنی کے سنگین جرم کی سزا بھگت رہے ہیں۔ باون سال میں کتنی حکومتیں اس عہد شکنی کی سزا کا شکار ہوئی ہیں لیکن کسی حکمران نے بھی یہ نہ سوچا کہ یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے۔

ہمارے پڑوس میں بھی ایک انقلاب رونما ہوا ہے۔ جس نے پوری دنیا کے کفار و مشرکین کی نیندیں حرام کر دی ہیں۔ افغانستان کا اسلامی انقلاب ایثار و قربانی سے معمور بیس سال کا جہاد کامیابیوں

اور کامرانیوں سے ہمکنار ہو کر اکیسویں صدی کو چیلنج کر رہا ہے۔ درویشوں اور فقیروں کا عظیم انقلاب جس نے پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

انقلاب اسلامی افغانستان ہمیں دعوت دے رہا ہے۔ پاکستان کی دینی قوتوں، دینی مدارس کے علماء اور طلباء کو، دینی جماعتوں اور ان کے کارکنوں کو۔ تمہارے اسلاف نے جو خواب دیکھا تھا، ہم نے شرمندۂ تعبیر کردیا ہے۔ وہ ہمارے بھی اسلاف تھے۔ ہم انہی کے نقشِ قدم پر چل رہے۔ تم پر قرض ہے۔ اُس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرو۔ اکیسویں صدی کو اسلامی انقلاب کی صدی بنا دو اور پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنا دو۔

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحلت فرما گئے

عالمِ اسلام کے عظیم مفکر، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم، رابطۂ عالمِ اسلامی کے بانی، سینکڑوں دینی کتابوں کے مصنف، عظیم دانشور اور ادیب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ بلاشبہ عالمِ اسلام کی متاعِ عزیز تھے۔ انہیں پورے عالمِ اسلام میں عزت واحترام سے دیکھا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنی تحریر و تقریر سے اسلام کی بے پناہ خدمت کی اور لاکھوں انسان ان کی دعوت و تبلیغ اور پکار پر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوگئے۔ انہوں نے یورپ کی فضاؤں اور عرب کے صحراؤں میں بیک وقت اسلام کی روشنی کو پھیلایا۔ وہ علم کا پہاڑ اور حلم کا معیار تھے۔ مولانا کی تصانیف ان کے لیے توشۂ آخرت اور مسلمانوں کے لئے بہترین فکری اثاثہ ہیں۔ علم و حکمت کا یہ آفتاب بیسویں صدی کے آخری دن غروب ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ (آمین) مولانا کے انتقال پر ان کے خاندان کے افراد ہی نہیں بلکہ پورا عالمِ اسلام تعزیت کا مستحق ہے۔

رسالہ پریس جا چکا تھا جب یہ المناک خبر سنی گئی۔ پہلی کاپی روک کر تعزیتی شذرہ کے طور پر یہ چند سطور سپردِ قلم کی گئیں یقیناً ان میں مولانا کی عظیم ہستی کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا حق اداء نہیں ہوا۔ آئندہ اشاعت میں تفصیلی مضمون شامل کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ